ڈاکٹر محمد قاسم بگھیو

پاکستان میں زبان کی منصوبہ بندی اور سندھی زبان

Language Planning and Policy in Pakistan and Sindhi Language

Dr. Muhammad Qasim Bughio, Dean Faculty of Arts, University of Sindh, Jamshoro.

Abstract:

Measures to plan the use of language in a country or community is as important as is to preserve any other resources. Language structure, change and preservation need constant planning Experiments have proved that if language is given due rights and importance in general and social use, it helps achieve sustainable development. The aim of this paper is to review the efforts of language planning and policy in Pakistan. Language planning aims at reforming, adding and coining new words and phrases to a language in order to bring it to the needs of modern times. It requires wise and timely decisions on the part of the rulers to establish institutes for such research and implementation regarding the betterment of languages.

As every ethnic community would like to see their language being properly taken care of, due rights for all national and regional languages guarantee harmony and co-existence in the society.

Before the partition of the sub continent, the issue of language has always been one of the burning concerns. The united India being a multiracial and multilingual country could not make a single language as its one national language. Urdu was supported by a great majority of Muslims in the united India. Since the inception of Pakistan, Urdu has been given importance as the only national language of Pakistan. As a matter of fact Urdu is not mother tongue of people of any province in Pakistan. In Sindh, Sindhi has been badly affected because of no language planning at provincial and national levels. Sindhi has been very old language used in Sindh as the mother tongue of the indigenous people of also the language of official communication during British Rule (1943-1947). Unfortunately Sindhi has never been given due importance and attention for its use and improvement in the province after the inception of Pakistan that has created a feeling of deprivation among the people of Sindh. Although many steps have been taken in past for the betterment of Sindhi, because of no proper follow up, nothing has resulted positively yet. All these efforts need sincere concerted efforts to bring about positive changes to guarantee the use, preservation and importance of Sindhi as well other languages of Pakistan.

ترقی یافتہ ممالک سے لے کر ترقی پذیر ممالک تک میں لوگوں کی فلاح، بہبود اور سماجی بھلائی ملک کی ترقی اور آمدنی میں اضافے کے لیے منصوبہ بندی ایک اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔ ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حکمت عملی وضع کی جاتی ہے۔ یہ ملک کے سربراہوں، سیاست دانوں اور ماہرین (Technocrats) کا فرض ہے۔ منصوبہ بندی کی اہمیت کو پوری دنیا کے ماہر تسلیم کر چکے ہیں، اور مختلف ضروریات کے تحت اس ضمن میں حکمت عملیاں تیار کرتے رہتے ہیں۔

بدقسمتی سے ابتداء ہی سے ہمارے ملک میں درست منصوبہ بندی اور عوامی فلاح و بہبود کے منصوبوں کی طرف توجہ کم دی گئی۔ جس کے اثرات پورے ملک کی ترقی پر پڑے۔ اور ملک کی اقتصادیات کی بنیادیں مضبوطی سے نہیں رکھی جا سکیں۔ (نتیجتاً دولت مندوں کی دولت میں اور غریبوں کی غربت میں اضافہ ہو رہا ہے) بجز چند منصوبوں کے جلد بازی یا سیاسی مجبوریوں کے تحت بنائے گئے اکثر منصوبے پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ طویل المدتی منصوبہ سازی (Long Term Planning) سے گریز کیا گیا۔ اس کی وجوہات کیا ہیں۔ اس بحث کا میرے موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جس طرح ملک کی اقتصادی منصوبہ بندی کی طرف سنجیدگی سے توجہ نہیں دی گئی۔ بالکل اسی طرح پاکستانی زبانوں کی ترقی، بقاء اور حیثیت کے حوالے منصوبہ بندی کی جانب سیاسی مصلحتوں اور وقتی جذبوں کے تحت ایسے فیصلے کیے گئے جن کی وجہ سے ملک اور اس کے عوام کو قومی اور نفسیاتی حوالے سے بڑا نقصان پہنچا۔ (سقوط مشرقی پاکستان اور بنگلہ دیش کا قیام وغیرہ اس کی بڑی مثال ہیں)۔ درحقیقت دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی زبان کی منصوبہ بندی کے ایجنڈا میں بعد میں شامل ہوئی۔ البتہ زبان کے ڈھانچے (Structure) تبدیلی (Change) اور تحفظ (Preservation) کے لیے منصوبہ بندی (Corpus Planning) کی کوشش اتنی ہی قدیم ہے جتنی خزانے کے لیے ہونے والی منصوبہ بندی (Gupta, 1997: 4)۔ ماضی قریب میں ایک سے زائد زبانوں والے ممالک نے زبان کی منصوبہ بندی کو قومی منصوبہ بندی میں شامل کر کے زبان کے مسئلے کو سائنسی اور عملی بنیادوں پر حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ قومی منصوبہ بندی میں زبان کی شمولیت عام ترقی کے منصوبہ بندی کا ایک اہم جزو اور ایک دوسرے سے مربوط ہے۔

اس مضمون کا مقصد پاکستان میں زبان کی منصوبہ بندی، پالیسی اور اس پر عمل درآمد کا جائزہ لینا

ہے۔ لیکن اس سے قبل ضروری ہے کہ زبان کی منصوبہ بندی کے حوالے سے بنیادی وضاحتیں پیش کی جائیں۔ زبان کی منصوبہ بندی سماجی لسانیات کا اہم حصہ ہے۔ جس کا تعلق براہ راست کسی ملک یا قوم کی ترقی، پہچان اور علمی اہمیت سے ہے۔

☆ زبان کی منصوبہ بندی:

اس اصطلاح سے مراد ہے۔ زبان کے لیے دانش وروں اور اداروں کی روایتی کارکردگی جسے عام طور پر (Language Cultivation) کہتے ہیں۔ جس کے تحت کسی زبان کی اصلاح، اس میں اضافہ، نئے الفاظ اور اصطلاحات کی ایجاد کر کے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق بنانے کی کوششیں کی جاتی ہیں (Hangen 1967: 701)۔ ''منصوبہ بندی کو کسی مقبول اور خاص لسانیاتی مصروفیت کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن معاشرے میں زبان کے مسئلے کو حل کرنے کی سیاسی اور انتظامی کوشش کہا جاسکتا ہے'' (Jernudd, el at: 1971)۔ زبان کی منصوبہ بندی کا اصطلاح قومی سطح پر زبان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے منظم کوشش تصور کی جاتی ہے۔ زبان کی منصوبہ بندی موجودہ زبانوں کو قائم دائم رکھنے کا اور نئی عام (Common) علاقائی۔ قومی یا بین الاقوامی زبانوں کی تخلیق کرنے کا ایک اچھا عمل ہے۔

زبان کی حکمت عملی تیار کرتے وقت زبان سکھانا اور اس کے استعمال کے حوالے سے حکمرانوں کو ایسے محتاط فیصلے کرنے چاہییں جو بعد میں آنے والوں کی رہ نمائی کا سبب بنیں۔

زبان پوری دنیا کے انسانوں کے لیے جذباتی مسئلہ ہے۔ ہر ملک کے حکمرانوں نے زبان کے مسئلے کو دانش مندی سے حل کر کے ملک میں رائج مختلف زبانوں، ان کے بولنے والے گروہوں یا قوموں کو برابری کی بنیاد پر استوار کر کے چلانے کی کوششیں کی ہیں۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ قومی یک جہتی اور ترقی کا دارومدار زیادہ تر مواصلاتی ذرائع کی تعداد، خاصیت اور اہلیت پر ہوتا ہے۔ زبان تمام مواصلاتی ذرائع میں اہم حیثیت رکھتی ہے۔ اقوام کے رہ نما مواصلاتی ذرائع کی اس اہمیت سے خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ ہمارے رہنما یا حکمران اس مسئلے کو خاص اہمیت نہ دیتے ہوئے مستقل حل کرنے کی بجائے اس سے کتراتے رہے ہیں۔ وقتی طور پر کسی خاص زبان کو اہمیت دے کر سیاسی مصلحتوں کے تحت اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش تو کی گئی ہے مگر لسانیاتی بنیادوں پر زبان کی منصوبہ بندی کر کے مستقل حل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ جب کہ زبان کا مسئلہ وقتاً فوقتاً ملک یا صوبے کی سطح پر حکومت کے لیے سر درد بنتا رہا ہے اور کتنی ہی انسانی جانوں اور قومی ملکیتوں کا زیاں ہو چکا ہے۔

ہر سماجی گروہ اپنی زبان کو اہم حیثیت میں ترقی کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے اور اس کے لیے کسی بھی قسم کی جدوجہد کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ حکمران جذبوں اور تحریکوں کو مختلف سیاسی فیصلوں یا دباؤ کے ذریعے وقتی طور پر حل کرنے میں کام یاب ہوجاتے ہیں مگر اب اس مسئلے کو مستقل حل کرنے کے لیے شعوری، علمی اور اصولی کوشش کرکے زبان کی بابت منصوبہ بندی کرنا نہایت ضروری ہوگیا ہے۔ یہاں پاکستان کی ابتداء سے لے کے اب تک زبان کی بابت پالیسی کا چھان بین کرکے جائزہ لینا ضروری سمجھتا ہوں۔

ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں ویسے تو اس وقت سارے علاقوں کے لوگ شامل تھے۔ لیکن ہندو آبادی کی اکثریت والے علاقے ان میں سب سے آگے تھے۔ ابتداء میں صرف انگریزوں سے آزادی حاصل کرنا مقصد تھا۔ لیکن جیسے ہی آزادی کے آثار نظر آنے لگے ویسے ہی آزادی کے بعد ملک کی پالیسی کے متعلق مختلف سیاست دانوں نے مختلف نظریات ظاہر کرنا شروع کیے۔ اسی طرح کچھ حلقوں کی طرف سے ہندوستان میں انگریزی کی جگہ ہندی رائج کرنے کا اظہار کیا گیا، جب کہ ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں ہندی کے علاوہ ہندوستان کی دوسری زبانوں کے بولنے والے اکثریت میں تھے۔ بلکہ انھیں اہم حیثیت بھی حاصل تھی دوسرے ہندی بولنے والے علاقوں میں اردو بولنے والے مسلمان کسی بھی صورت میں ہندی کو ہندوستان کی سرکاری اور قومی زبان ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ (اردو تھوڑے الفاظ اور گرائمر کے لحاظ سے ہندی سے کچھ مختلف ہے جب کہ رسم الخط بالکل جدا ہے۔) ہندوستان کی تحریک آزادی کے رہ نما گاندھی ہندوستان کی سرکاری بولی کے مسئلے کے حل کے لیے ہندوستان میں اردو اور ہندی کے اشتراک سے ایک مخلوط زبان ''ہندوستانی زبان'' کے حق میں تھے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے انڈین نیشنل کانگریس کے 1925 والے اجلاس میں قرارداد بھی پاس کرائی۔ اس کے مطابق:

The proceedings of the Congress shall be conducted as far as possible in "Hindustani". The English Language or any Provincial Language may be used if the speaker is unable to speak Hindustani or when ever necessary (Gupta, 1979: 579).

لیکن ہندوستان میں موجود مختلف اقوام کسی بھی طرح اپنی قومی زبان سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہ ہوئیں اس طرح کوئی ایک ''ہندوستانی زبان'' نہ بن سکی۔ (1967 بھارت کے آئین کے آٹھویں شق کے مطابق زبان کی منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے 15 زبانوں کو قومی زبان کی حیثیت دی

گئی۔ جب کہ ہندی اور انگریزی سرکاری خط کتابت کے لیے استعمال کی جاتی ہیں)

ہندوستان کے ہندی بولنے والے علاقوں میں دوسری بڑی تعداد اردو بولنے والوں کی تھی۔ جو وہاں رہنے والے اکثر مسلمانوں کی مادری زبان تھی۔ جب ہندوستان کے لیے ہندی کے مطالبات زور پکڑنے لگے تو انہی علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں نے اردو کی حمایت کی مسلم لیگ نے کیونکہ پاکستان میں اردو کو ہی قومی زبان کے طور پر رائج کرنے کا وعدہ کیا تھا اس لیے پاکستان بننے کے بعد اس پر کسی بھی قسم کا سوچ بچار کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور اردو کو ہی قومی زبان کے طور پر چن لیا گیا کچھ لوگوں نے اس سلسلے میں آواز اٹھائی تو قائداعظم محمد علی جناح نے ایسے لوگوں کو جواب دیتے ہوئے ڈھاکہ میں اعلان کیا کہ:

"...let me make it very clear to you that, the state language of Pakistan is going to be Urdu and no other language. Any one who tries to mislead you is really the enemy of Pakistan" (Qouted in Callard. 1957: 182).

آزادی اور مذہبی جذبے کے تحت جو اتحاد لوگوں میں پیدا ہو چکا تھا اس کے تحت کسی نے بھی اس وقت تو اردو کی قومی یا سرکاری حیثیت کو رد نہ کیا پر تھوڑے عرصے بعد جیسے ہی ترقی، سیاسی نظام اور دوسرے مختلف مسائل سامنے آئے ویسے ہی قومی زبان کے لیے مسائل پیدا ہوتے گئے۔ اُردو پاکستان کے پانچوں صوبوں میں سے کسی ایک کی بھی مادری یا حقیقی زبان نہ تھی مثلاً بنگال کی بنگالی، پنجاب کی پنجابی، سندھ کی سندھی، بلوچستان کی بلوچی اور سرحد کی پشتو تھی، البتہ پاکستان کے قیام کے وقت جو لوگ ہندوستان کے ہندی اکثریت والے علاقوں سے منتقل ہو کر پاکستان کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے ان میں سے زیادہ تر لوگوں کی مادری زبان اردو تھی۔ جس کا پاکستان کی آبادی میں 2.37% حصہ تھا جب کہ بنگالی 56.40 فیصد تھے۔

1951 کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں مختلف زبانوں کے بولنے والوں کے اعداد و شمار

زبان	مادری حیثیت %	دوسری حیثیت %
انگریزی	0.02	1.87
اُردو	2.37	4.03
بلوچی	1.29	---
بنگالی	56.40	0.17

پنجابی	28.55	0.84
پشتو	3.48	0.41
سندھی	8.47	0.80

مذہبی بھائی چارے اور ملکی یک جہتی کے لیے اردو کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان کے حکمرانوں نے اس کو قومی زبان کے طور پر رائج کیا۔ درحقیقت پاکستان کا مطالبہ کرنے والی جماعت مسلم لیگ نے شروع ہی سے لوگوں کو احساس دلایا تھا کہ پاکستان سے مراد ہے ہندستان کی تقسیم انگریزوں اور ہندوؤں نے بھی اس کو ہندوستان کی تقسیم سے تعبیر کیا اور اصل تاریخی حقائق بھلا بیٹھے کہ جن علاقوں پر پاکستان مشتمل ہوگا وہ کبھی بھی ہندوستان کا حصہ نہیں رہے ہیں۔ ان کی ہمیشہ الگ خود مختار اور قدرتی حیثیت رہی ہے۔ وہ کبھی بھی گنگا جمنی تہذیب کے زیر اثر نہیں رہے۔ ان کی اپنی پہچان اور اپنی تہذیب رہی ہے عارضی طور پر کچھ علاقوں پر ہندوستان یا دوسرے ملکوں یا قوموں نے قبضہ تو کیا ہے پر وہ کبھی بھی ان کے اٹوٹ اور قدرتی حصے نہیں رہے۔ انگریزوں نے ان ملکوں پر الگ الگ قبضہ کر کے انتظامی سہولت کے پیش نظر All India یا مشترکہ ہندوستان کا نام دیا۔ اس لیے پاکستان کا قیام ہندوستان کی تقسیم سے تعبیر نہیں کرنا چاہیے۔ بنگال، پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحد کی آزادی یا پاکستان کا بننا سمجھا چاہیے۔ جن علاقوں پر پاکستان قائم ہے ان کی اپنی قومی زبانیں اور قومی کلچر ہیں۔ اور کسی بھی صورت میں ان زبانوں اور ثقافتوں کی جڑیں نہیں نوچی جاسکتیں۔ بہرحال زبان کا مسئلہ بھی بڑھ کے تناور درخت بننے لگا۔ اور تھوڑے ہی وقت میں بنگال بنگالی زبان کی بنیاد پر ایک ہو کے جیسے ہی آزادی اور مذہبی جوش وخروش کم ہوا دوسرے اقتصادی اور انتظامی مسائل کے ساتھ بنگالی کو قومی اور سرکاری زبان کا درجہ دلانے اور آبادی کی نسبت سے اپنے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حقوق کا مطالبہ کرنے لگا۔ انھوں نے بڑے پیانے پر بنگالی زبان کو منوانے اور حقوق کے لیے پاکستان بننے کے کچھ سالوں کے بعد ہی تحریک شروع کی اور اس تحریک میں کتنی ہی انسانی جانوں کے ساتھ قومی ملکیتوں کا زیاں ہوا (Syed 189,90-1967) اس ہلچل کے نتیجے میں پاکستان کی آئینی اسمبلی نے 1956 میں بنگالی کو اردو کے ساتھ سرکاری زبان تسلیم کرلیا، یہ فیصلہ صرف بنگالیوں کے دباؤ اور ہلچل کے نتیجے میں ہوا۔ نہ کہ لوگوں کے حقیقی فطری زبان کے جائز حق کو تسلیم کرنے کی وجہ سے (اس وقت ہی پاکستان میں زبانوں کی اہمیت اور حقوق کی بابت حکمرانوں کے کان کھڑے ہونے چاہییں تھے) آگ کو تیل دکھانے والا کام اوپر سے ون یونٹ قائم کرنے والے عمل سے ہوا جس کے تحت صوبوں کے اصل ناموں کو ختم کر کے مغربی بنگال کو مشرقی پاکستان اور پنجاب، سندھ، سرحد اور

بلوچستان کو مغربی پاکستان کا نام دیا گیا۔ اور اصل نام استعمال کرنے پر پابندی لگائی گئی۔ (کتنے ہی عالموں اور محققوں نے بھی سابق سندھ اور سابق پنجاب لکھ کے اپنی کتابوں اور مقالوں میں ذکر کیا۔)

سندھ صوبہ بھی لسانیاتی منصوبہ بندی نہ ہونے کی وجہ سے متاثر ہوا۔ سندھ کی زبان سندھی کے آثار قدیم زمانے سے ملتے ہیں لسانیات کے جاننے والوں کا کہنا ہے کہ جس بھی خطے میں جو لوگ رہتے ہیں وہ ایک دوسرے سے رابطے کے لیے جو زبان استعمال کرتے ہیں وہ اس گروہ کی قومی زبان ہے۔ موہن جو دڑو کی کھدائی کے دوران ملے ہوئے قدیم آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے 5000 سال پہلے بھی سندھ میں لوگ رہتے تھے۔ جن کے تہذیب یافتہ ہونے میں کوئی شک نہیں ساری انسانیت اس تہذیب پر فخر کر رہی ہے۔ ان آثار میں سے دوسری چیزوں کے علاوہ لکھی ہوئی صورت میں زبان بھی ملی ہے جو یقیناً وہاں کے رہنے والے لوگوں کی روزمرہ زندگی کی ضرورتوں اور روزگار وغیرہ کے لیے بولتے ہوں گے۔ وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ بزان اس وقت اپنے بولنے والوں کی ساری ضرورتیں پوری کرتی ہوگی۔ سندھی زبان کی قریبی تاریخ بتاتی ہے کہ نہ صرف اس زبان میں ہر موضوع پر اہم مواد موجود رہا ہے بلکہ وہ جدید سائنسی ضروریات بھی پوری کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اس لیے انگریزوں نے سندھ پر قبضے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ پچھلے حاکموں کی اجنبی زبان استعمال کرنے کی روایت ترک کر کے سندھی زبان رائج کی اور اس کو صحیح تاریخی حیثیت دے کے سندھ میں رہنے والے ہر شخص کے لیے سیکھنا لازمی قرار دیا۔

"We should introduce the language of the country (namely Sindhee) as the medium of official intercourse. I do not see in what way our revenue and judicial officers (however their offices and court may be constituted) can work effectually through a foreign medium of communication such as Persian or English. A period of 18 months should, therefore, be allowed to the offices in civil employ to qualify themselves for an examination in Sindhee language" (Clerk, 1854).

انیسویں صدی میں انگریزوں کا لسانیاتی شعور عالمی حیثیت حاصل کر چکا تھا یہی سبب تھا کہ انھوں نے سندھی زبان میں ہر ضرورت پوری کرنے کی اہمیت سمجھتے ہوئے اسے دوسری رائج اجنبی زبانوں فارسی اور انگریزی پر ترجیح دی۔ انگریزوں کے سو سالہ دور میں سندھی زبان میں نہ صرف ہر موضوع پر کتابیں لکھی گئیں بلکہ دوسری غیر ملکی زبانوں سے منتخب کتابوں کے تراجم کر کے سندھی زبان کو مالا مال کیا گیا۔ اسی

طرح سندھ کے کلاسیکی ادب کو بھی انگریزی میں لانے کی کوشش کی گئی اور سندھی زبان اور ادب کو عالمی پہچان حاصل ہوئی۔ آزادی کے بعد سندھی زبان کو دوسری زبانوں کے ساتھ نظر انداز ہوتے ہوئے دیکھ کر دانشوروں، ادیبوں اور استادوں نے کتابوں، پمفلٹوں اور اخباری بیانوں کے ذریعے احتجاج کیا پر اس پر کوئی دھیان نہ دیا گیا۔ سندھی زبان کی حیثیت اور اہمیت کو نقصان پہچانے کی بابت کیے گئے اقدامات کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) 1948ء میں کراچی میں قائم 1300 سندھی پرائمری اور سیکنڈری اسکول بند کیے گئے۔ یہ دنیا کی لسانیاتی تاریخ میں کسی زبان کو ختم کرنے کی انوکھی مثال ہے۔ سندھی قلم کار، عالموں، شاگردوں اور آبادی کے ہر طبقے سے اس فیصلے کے خلاف احتجاج کیا گیا۔ لیکن کوئی دھیان نہ دیا گیا۔ (گرامی 1965)

(2) اپریل 1947ء میں یونیورسٹی آف سندھ کراچی میں قائم کی گئی پاکستان بننے اور کراچی کے دارالحکومت بننے کے بعد یونیورسٹی آف سندھ کو حیدرآباد منتقل کیا گیا اور کراچی میں کراچی یونیورسٹی قائم کی گئی، جس کی سنڈیکٹ نے 1956ء میں سندھی زبان کو امتحانات میں جواب دینے والی زبان کے طور پر رد کیا (سندھی شعبہ یہ کہہ کر بند کیا گیا کہ کراچی میں سندھی طلباء کی تعداد کم ہے۔ وہ سبب بعد میں غلط ثابت ہوا جب 2000 طلباء نے سندھی زبان میں مختلف امتحانات دینے کی خواہش ظاہر کی۔

(3) 1956ء کے آئین کے مطابق سندھ میں سندھی شاگردوں کے لیے اردو اور اردو بولنے والوں کے لیے سندھی لازمی قرار دی گئی۔ مگر بعد میں صرف سندھی شاگردوں کے لیے اردو برقرار رہی۔

(4) 1958ء کے مارشل لاء کے بعد 1959ء میں ایک تعلیمی کمیشن بنایا گیا جو پڑھنے اور سکھانے کی زبان کے لیے پالیسی بنائے۔ لیکن اس کمیشن نے تاریخی لسانیات اور زبان کی منصوبہ بندی سے ناواقف لوگوں میں صوبائی/قومی زبانوں کی بابت 1956ء والے آئین میں کیے گئے فیصلوں سے بھی زیادہ خراب اور دل دکھانے والے فیصلے کیے۔ کمیٹی کی رپورٹ میں لکھا گیا۔

"...the experience of other countries shows that, where there are many languages, the best result could not be obtained. Where the education in mother tongue is given upto 5th standard... But after standard 5, national language would be adopted as the medium of

teaching and the mother tongue will stop forthwith. We strongly recommend the above formula" (Report, 1959: 283).

جن دوسرے ممالک کے تجربات کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی کوئی بھی مثال اس رپورٹ میں نہیں دی گئی کہ ایسا فارمولا کون سے ممالک میں رائج ہے اور کیا ان کے پاس زبان کی بابت حالت ہمارے حالات سے کتنی مماثلت رکھتی ہے؟ جب کہ اصولی طور پر ان کو یونیسکو کی 1951ء والے اجلاس میں زبان کے بابت کیے گئے فیصلوں پہ عمل کرتے ہوئے مادری زبان میں تعلیم دینے پر دھیان دینا چاہیے تھا۔ جس کے مطابق مادری زبان میں تعلیم دینے کے لیے کتنے ہی دلائل دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

"For these reasons, it is important that every effort should be made to provide education in the mother tongue... On education grounds we recommend that, the use of the mother tongue be extended to, as late a stage in education as possible" (UNESCO, 1951).

تعلیمی کمیشن کا یہ فیصلہ نہایت تعجب انگریز تھا حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس کمیشن میں ایک بھی سندھی دانشور یا ماہر تعلیم شامل نہ کیا گیا۔

(5) 1970ء میں پہلی مرتبہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب اسمبلیاں وجود میں آئیں لیکن درست سیاسی فیصلہ نہ ہونے کے سبب بنگال میں فسادات شروع ہوگئے جس کے نتیجے میں بنگال پاکستان سے الگ ہوکر بنگلہ دیش بن گیا اور باقی ماندہ ملک میں جمہوریت قائم ہوئی۔ 1972ء میں سندھ اسمبلی نے سندھی زبان کے شان دار ماضی، جدید علمی اہمیت اور عوام کی اکثریت کی خواہش کو نظر میں رکھتے ہوئے لسانی بل پاس کیا۔ جس کے مطابق سندھ کی سرکاری زبان سندھی قرار دی گئی۔ جب کہ پاکستان کے آئین میں اردو زبان کو پاکستان کی قومی زبان پہلے ہی قرار دیا جاچکا تھا۔ جوکہ سندھ میں سندھی کی حصے دار بھی تھی۔ لیکن سندھ اسمبلی میں سندھی زبان کا بل پاس ہوتے ہی اردو کے کئی دانش وروں اور اخبارات نے ہنگامہ و فساد کرادیا۔ حالات کو معمول پر لانے کے لیے حکومت نے ایک حکم نامہ جاری کیا۔ جس کے تحت سندھ دو لسانی صوبہ قرار دیا گیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک سندھ کی اقتصادیات اور جغرافیائی حیثیت پر وقتاً فوقتاً حملے کرکے بدامنی اور افراتفری پیدا کرنے کی کوشش جاری ہے۔

سندھی زبان میں ترقی پسند لکھنے اور چھاپنے کے خلاف ایک گروہ کی شکایات پر 1975ء میں سندھ کے وزیر اعلیٰ نے سندھی زبان میں شائع ہونے والے 35 جرائد اور ان کے پچھلی تمام اشاعتوں پر پابندی عائد کر کے سندھی زبان پر ایک بھرپور وار کیا۔ جس کے نتیجے میں پانچ سو سے زاید کتب و رسائل پابندی کا شکار ہوئے۔ 1977ء کے مارشل لاء سے لے کر آج تک سندھ کے شہری علاقوں میں متعدد سندھی میڈیم اسکول ختم ہورہے ہیں۔ اس سلسلے میں نوجوانوں نے کتنی ہی تنظیمیں بنا کر سندھی زبان کو بچانے اور اس میں تعلیم حاصل کرنے کی جدوجہد جاری رکھی ہوئی ہے۔ سرکاری اداروں کو یاد دلانے کے لیے وقتاً فوقتاً دانشوروں، ادیبوں، اساتذہ اور علماء کی طرف سے کانفرنسیں بلا کر، پمفلٹ اور کتابوں کے ذریعے حکومتی اہلکاروں کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن اب تک کوئی مثبت نتیجا نہیں نکلا۔ اب یہ معاملہ حساس صورت اختیار کرتا جارہا ہے۔ جس کو زبان کی اصولی اور عملی منصوبہ بندی کے تحت حل کرنے کی ضرورت ہے۔

1991ء سندھ حکومت نے سندھیوں کے دیرینہ مطالبے کے پیش نظر 1972ء میں پاس شدہ لسانی بل کے مطابق سندھی لینگویج اتھارٹی (Sindhi Language Authority) تو قائم کردی لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس ادارے کے مختلف شعبوں کو چلانے والے افراد کو اپنی ذمے داریوں کا احساس کیوں نہیں ہے۔ انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ان کی ذمے داریاں کیا ہیں۔ اتھارٹی کو کس طرح کام کرنا چاہیے۔ دراصل لینگویج اتھارٹی کا قیام زبان کی منصوبہ بندی کا ایک حصہ ہے۔ جب تک زبان کی منصوبہ بندی درست خطوط پر نہیں ہوگی اس وقت تک اتھارٹیز کا کام ہوا میں ہی رہے گا۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہمارے ملک میں آج تک زبان کی منصوبہ بندی (Language Planning) کے بنیادی تصور کو نہیں اپنایا گیا اور نہ اس قسم کے مطالعے اور تربیت کو سرکاری طور پر کوئی اہمیت دی گئی ہے۔ زبان کی ترقی کے لیے ادارے (Language Authorities) تو قائم کیے گئے ہیں۔ لیکن ان پر قابض یا ان کے کرتا دھرتاوں کے ساتھ ساتھ پالیسی اور منصوبے بنانے والے اس عمل سے واقف ہی نہیں ہیں۔ اس لیے یہ اہم ادارے اپنی ذمے داریاں پوری طرح نہیں نبھا رہے ہیں۔ ان اداروں میں کام کرنے والے یا ان کو چلانے والے اگر سماجی لسانیات، زبان کے فرق (Variations) سے واقفیت اور زبان کی ترقی کی منصوبہ بندی اور اس کے بنیادی تصور کے مطابق تعلیم ہی نہ ہوگی تو یہ سب کوششیں رائیگاں چلی جائیں گی۔ اس لیے لازم ہے فیصلہ کرنے والے، پالیسی بنانے والے اداروں میں

موجود افراد، نصاب سازی کرنے والے علماء اور اساتذہ کو اس جدید علم سے روشناس کرانے کا مناسب بندوبست کیا جائے تاکہ اس کے بعد یہ سماج میں تعلیم اور زبان کی ترقی کے لیے نتیجتاً خیز کام کرسکیں یا کرا سکیں۔

ہم اوپر ذکر کر کے آئے ہیں کہ زبان کی منصوبہ بندی کیا ہے اس کی روشنی میں تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے زبان کے مسئلے کا حل پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ زبان کی منصوبہ بندی کے ماہرین کی رائے میں (Corper 1989: 31-334) زبان کی منصوبہ بندی کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(1) درجاتی یا حیثیتی منصوبہ بندی (Status Planning): اس کے مطابق زبان کے بارے میں قومی منصوبہ بندی میں ہر زبان کی حیثیت مقرر کرنا ہے۔ مثال کے طور پر سیکھنا یا تربیت کا ذریعہ، عام رابطے کا ذریعہ، سرکاری لکھت پڑھت کا ذریعہ یا قومی پہچان کا ذریعہ۔ اس کے ذریعے سماج میں کسی بھی زبان کا استعمال اور حیثیت متعین کی جاسکتی ہے۔

(2) جسمانی منصوبہ بندی (Corpus Planning): اس کے مطابق زبان کی بناوٹ، لفظی ذخیرہ، لفظوں کی بناوٹ، رسم الخط اور نئے اسکرپٹ کا اختیار کرنا، نئے الفاظ اور اصطلاحات کا بنانا اور گرامر کے اصول لسانیاتی خاصیتیں طے کرنا وغیرہ ہے۔

(3) اختیاری یا حاصلاتی منصوبہ بندی (Acquisition Planning): اس کے مطابق زبان کو اختیار کرنے کے طریقے آجاتے ہیں۔ جیسے سیکھنے اور سکھانے کا طریقہ اور زبان کو پھیلانے کے لیے پالیسی اور مواصلاتی ذرائع کا استعمال آجاتا ہے۔

منصوبہ بندی کی اوپر درج شدہ تینوں حصے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہر ایک کی اہمیت یکساں نہیں ہے۔ زبان کی منصوبہ بندی میں جس قسم کو زیادہ اور بنیادی اہمیت حاصل ہے وہ ہے حیثیتی منصوبہ بندی۔ زبان کی منصوبہ بندی کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں جتنی زبانیں ہیں۔ سب سے پہلے ہر زبان کی حیثیت مقرر کریں اور سبھی زبانوں کے بولنے والے اس کو تسلیم کریں تب ہی دوسری حصوں پر عمل کر کے زبانوں کو وسیع کر کے شاہوکار بنانا اور عمل میں لانے کے لیے اتھارٹیز یا اداروں کا عمل کارگر ثابت ہوگا۔ زبان کے سلسلے میں منصوبہ بندی کرنے والوں کو اختیارات دے کر زبان کی حیثیت مقرر کرائیں اور اس کے مطابق اقدام کیے جائیں۔ ہمارے ملک میں چار صوبے ہیں جن میں چار قومیں رہتی ہیں جن کی اپنی اپنی ثقافت تاریخی ورثہ اور شاہوکار زبانیں ہیں۔ اسی لیے ان چاروں صوبوں کی اکثریتی مادری زبان کو قومی زبان کا درجہ دے کے زبان کی منصوبہ بندی پر عمل کرتے ہوئے اس

کی پذیرائی اور ترقی کے لیے اتھارٹیز اور ادارے قائم کرکے کوشش کی جائے۔ اس طرح پاکستان کی چار قومی زبانیں ہوں گی جو قومی یک جہتی کے لیے کسی بھی صورت میں نقصان دہ نہ ہوں گی جب ہر زبان کو بولنے اور زبان کو بڑھنے اور وسیع ہونے کے ایک جیسے اور تاریخی حقوق حاصل ہوں۔ تب اتحاد، یک جہتی اور برداشت کا جذبہ بھی بڑھے گا۔

جیسا کہ اردو گزشتہ ساٹھ سال سے پاکستان میں استعمال کی جارہی ہے اور ملک کی زیادہ آبادی اس کو آسانی سے سمجھ سکتی ہے اس لیے اس کو عام رابطے کی (Lingna Franca) زبان کی حیثیت دے کے اس کی ترقی اور ترویج کے لیے کوششیں جاری رکھی جائیں۔

عالمی سطح پر مقابلوں اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے انگریزی کو ہر تعلیمی سطح پر رائج کرکے ملک میں سرکاری مراسلت کی زبان کا درجہ دیا جائے۔ اس وقت جو سہولیات شہری اور بڑے لوگوں کے بچوں کو حاصل ہے کہ انگریزی میں تعلیم حاصل کرکے بڑے عہدوں پر پہنچ کے ملک کی ترقی میں حصے دار ہوجاتے ہیں لیکن جب انگریزی ہر سطح پر رائج ہوگی تو یہ سہولت ہر طبقے کے بچے کو یکساں طور پر حاصل ہوگی اور ملک کی ساری آبادی قومی ترقی میں حصہ دار ہوگی اور ملک سے پیار کا جذبہ پیدا ہوگا اور نفرتوں کے بجائے محبتیں بڑھیں گی اس قسم کی منصوبہ بندی میں وقت تو ضرور لگے گا مگر اس کے بعد جو نتائج حاصل ہوں گے وہ ملک میں ایک سنہری اور خوش حالی کا دور لائیں گے۔ اور زیادہ تر زبان کی بنیاد پر رنجشوں کا خاتمہ ہوجائے گا۔

حوالے

* Callard, Keith, (1957) Pakistan: a Political Study, London: George Allen and Unwain Ltd.
* Clerk, Sir George's Minute, (1854), Great Britain House of Common 11-East India Scinde-Session Vol. XLIX.
* Cooper, Robert, L. (1989), Language Planning and Social Change, Cambridge University Press.
* Cgiramee, G.M. (Ed.) (1965), Memorandum to the Syndicate of the Karachi University, Mehran Quarterly Special Edition 1955-65. Sindhi Adabi Board, Jamshoro.
* Gupta J. Das (1977) Language Planning Process Mouton.
* .... (1979) Current Trends in Linguistics, South Asian Linguistics, Mouton.
* Haugen, Einar (1967) Language Planning Theory & Practices, In a Graur (Ed). Actes

duexe congress internation des Linguistes: Bucarest: Edition del; Academic de La Republic Socialiste de Roumanie, Vol-1.

* Jerudd, et al (1971) Toward a Theory of Language Planning. In Joan Rubin & Bjorn, H. Jernudd (Eds.) Can Language be Planned? Sociolinguistic theory & practice for developing nations. The Hague Mouton.
* Report, (1959) Education Commission of Pakistan. Sayed, K.B. (1967) The Political System of Pakistan, Boston.
* Tauli, Valter (1974) The theory of language planning. In Joshue, A. Fishman (Ed.), Advances in language planning. The Hague Mouton.
* UNESCO, (1951) The report of the UNESCO meeting of specialists. In Joshue, A. Fishman, Reading in the Sociology of Language, Mouton.

0 ----- 0